مولانا مفتی محمد تقی عثمانی*

حدود ترمیمی بل کیا ہے؟

حال ہی میں ''تحفظ خواتین'' کے نام سے قومی اسمبلی میں جو بل منظور کرایا گیا ہے' اس کے قانونی مضمرات سے تو وہی لوگ واقف ہو سکتے ہیں جو قانونی باریکیوں کا فہم رکھتے ہوں لیکن عوام کے سامنے اس کی جو تصویر پیش کی جارہی ہے' وہ یہ ہے کہ حدود آرڈیننس نے خواتین پر جو بے پناہ مظالم توڑ رکھتے تھے' اس بل نے ان کا مداوا کیا ہے اور اس سے نہ جانے کتنی ستم رسیدہ خواتین کو سکھ چین نصیب ہوگا۔ یہ دعویٰ بھی کیا جارہا ہے کہ اس بل میں کوئی بات قرآن وسنت کے خلاف نہیں ہے۔

آیئے ذرا سنجیدگی اور حقیقت پسندی کے ساتھ یہ دیکھیں کہ اس بل کی بنیادی باتیں کیا ہیں؟ وہ کس حد تک ان دعوؤں کے ساتھ مطابقت رکھتی ہیں۔ پورے بل کا جائزہ لیا جائے تو اس بل کی جوہری Substantive باتیں صرف دو ہیں:

(۱) پہلی بات یہ ہے کہ زنا بالجبر کی جو سزا قرآن وسنت نے مقرر فرمائی ہے اور جسے اصطلاح میں ''حد'' کہتے ہیں' اسے اس بل میں مکمل طور پر ختم کر دیا گیا ہے۔ اس کی رو سے زنا بالجبر کی کسی بھی حالت میں شرعی سزا نہیں دی جاسکتی بلکہ اسے ہر حالت میں تعزیری سزا دی جائے گی۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ حدود آرڈی نینس میں جس جرم کو زنا موجب تعزیر کہا گیا تھا' اسے اب ''فحاشی'' Lewdness کا نام دے کر اس کی سزا کم کر دی گئی ہے اور اس کے ثبوت کو مشکل تر بنا دیا گیا ہے۔

اب ان دونوں جوہری باتوں پر ایک ایک کر کے غور کرتے ہیں:

زبنا بالجبر کی شرعی سزا (حد) کو بالکلیہ ختم کر دینا قرآن وسنت کے احکام کی خلاف ورزی ہے لیکن کہا یہ جارہا ہے کہ قرآن وسنت نے زنا کی جو حد مقرر کی ہے' وہ صرف اس صورت میں لاگو ہوتی ہے جب زنا کا ارتکاب مرد وعورت نے باہمی رضامندی سے کیا ہو لیکن جہاں کسی مجرم نے کسی عورت سے اس کی رضامندی کے بغیر زنا کیا ہو۔ اس پر قرآن وسنت نے کوئی حد عائد نہیں کی۔ آیئے پہلے یہ دیکھیں کہ یہ دعویٰ کس حد تک صحیح ہے؟

(۱) قرآن کریم نے سورۃ نور کی دوسری آیت میں زنا کی حد بیان فرمائی ہے:

الزانیة والزانی فاجلد وا کل واحد منهما مائة جلدة

''جو عورت زنا کرے اور جو مرد زنا کرے' ان میں سے ہر ایک کو ۱۰۰ کوڑے لگاؤ۔'' (النور:۲)

اس آیت میں ''زنا'' کا لفظ مطلق ہے جو ہر قسم کے زنا کو شامل ہے۔ اس میں رضامندی سے کیا ہوا زنا بھی داخل ہے اور زبردستی کیا ہوا زنا بھی بلکہ یہ عقلِ عام Common Sense کی بات ہے کہ زنا بالجبر کا جرم رضامندی سے کیے ہوئے زنا سے زیادہ سنگین جرم ہے۔ لہٰذا اگر رضامندی کی صورت میں یہ حد عائد ہو رہی ہے تو جبر کی صورت میں اس کا اطلاق اور زیادہ قوت کے ساتھ ہوگا۔

---

*سابق جج شریعت اپیلٹ بنچ سپریم کورٹ

اگرچہ اس آیت میں ''زنا کرنے والی عورت'' کا بھی ذکر ہے لیکن خود سورۃ نور ہی میں آگے چل کر ان خواتین کو سزا سے مستثنٰی کر دیا گیا ہے جن کے ساتھ زبردستی کی گئی ہو۔ چنانچہ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

ومن یکرھھن فان اللہ من بعد اکراھھن غفور رحیم

''اور جو اِن خواتین پر زبردستی کرے تو اللہ تعالیٰ اِن کی زبردستی کے بعد (ان خواتین کو) بہت بخشنے والا، بہت مہربان ہے۔''
اس سے واضح ہو گیا کہ جس عورت کے ساتھ زبردستی ہوئی ہو اُسے سزا نہیں دی جا سکتی۔ البتہ جس نے اس کے ساتھ زبردستی کی ہے اُس کے بارے میں زنا کی وہ حد جو سورۃ نور کی آیت نمبر۲ میں بیان کی گئی تھی، پوری طرح نافذ رہے گی۔

(۲) ۱۰۰ کوڑوں کی مذکورہ بالا سزا غیر شادی شدہ اشخاص کے لیے ہے، سنت متواترہ نے اس پر یہ اضافہ کیا ہے کہ اگر مجرم شادی شدہ ہو تو اسے سنگسار کیا جائے گا اور حضور نبی اکرم ﷺ نے سنگساری کی یہ حد جس طرح رضامندی سے کئے ہوئے زنا پر جاری فرمائی، اسی طرح زنا بالجبر کے مرتکب پر بھی جاری فرمائی۔

چنانچہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کے زمانے میں ایک عورت نماز پڑھنے کے ارادے سے نکلی۔ راستے میں ایک شخص نے اس سے زبردستی زنا کا ارتکاب کیا۔ اس عورت نے شور مچایا تو وہ بھاگ گیا۔ بعد میں اس شخص نے اعتراف کر لیا کہ اس نے عورت کے ساتھ زنا بالجبر کیا تھا۔ اس پر آں حضرت ﷺ نے اس شخص پر حد جاری فرمائی اور عورت پر حد جاری نہیں کی۔

امام ترمذیؒ نے یہ حدیث اپنی جامع میں دو سندوں سے روایت کی ہے اور دوسری سند کو قابل اعتبار قرار دیا ہے۔
(جامع ترمذی۔ کتاب الحدود باب ۲۲ حدیث ۱۴۵۳، ۱۴۵۴)

لہٰذا قرآن کریم، سنت نبویہ علی صاحبہا السلام اور خلفائے راشدین کے فیصلوں سے یہ بات کسی شبہ کے بغیر ثابت ہے کہ زنا کی حد جس طرح رضامندی کی صورت میں لازم ہے، اسی طرح زنا بالجبر کی صورت میں بھی لازم ہے اور یہ کہنے کا کوئی جواز نہیں ہے کہ قرآن و سنت نے زنا کی جو حد (شرعی سزا) مقرر کی ہے، وہ صرف رضامندی کی صورت میں لاگو ہوتی ہے۔ جبر کی صورت میں اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔

سوال یہ ہے کہ پھر کس وجہ سے زنا بالجبر کی شرعی سزا ختم کرنے پر اتنا اصرار کیا گیا ہے؟ اس کی وجہ دراصل ایک انتہائی غیر منصفانہ پروپیگنڈا ہے جو حدود آرڈی نینس کے نفاذ کے وقت سے بعض حلقے کرتے چلے آرہے ہیں۔ پروپیگنڈا یہ ہے کہ حدود آرڈی نینس کے تحت اگر کوئی مظلوم عورت کسی مرد کے خلاف زنا بالجبر کا مقدمہ درج کرائے تو اس سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ زنا بالجبر پر چار گواہ پیش کرے اور جب وہ چار گواہ پیش نہیں کر سکتی تو الٹا اسی کو گرفتار کر کے جیل میں بند کر دیا جاتا ہے۔ یہ وہ بات ہے کہ عرصۂ دراز سے بے تکان دہرائی جا رہی ہے اور اس شدت کے ساتھ دہرائی جا رہی ہے کہ اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگ اسے سچ سمجھنے لگے ہیں اور یہی وہ بات ہے جسے صدر مملکت نے بھی اپنی نشری تقریر میں اس بل کی واحد وجہ جواز کے طور پر پیش کیا ہے۔

جب کوئی بات پروپیگنڈے کے زور پر گلی گلی اتنی مشہور کر دی جائے کہ وہ بچہ بچہ کی زبان پر ہو تو اس کے خلاف کوئی بات کہنے والا عام نظروں میں دیوانہ معلوم ہوتا ہے لیکن جو حضرات انصاف کے ساتھ مسائل کا جائزہ لینا چاہتے ہیں، میں انہیں دل سوزی کے ساتھ دعوت دیتا ہوں کہ وہ براہِ کرم پروپیگنڈے سے ہٹ کر میری آئندہ معروضات پر ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں۔

واقعہ یہ ہے کہ میں خود پہلے وفاقی شرعی عدالت کے جج کی حیثیت سے اور پھر ۱۷سال تک سپریم کورٹ کی شریعت اپیلٹ بنچ کے رکن کی حیثیت سے حدود آرڈیننس کے تحت درج ہونے والے مقدمات کی براہِ راست سماعت کرتا رہا ہوں۔ اتنے طویل عرصے میں میرے علم میں کوئی ایک مقدمہ بھی ایسا نہیں آیا جس میں زنا بالجبر کی کسی مظلومہ کو اس بنا پر سزا دی گئی ہو کہ وہ چار گواہ پیش نہیں کر سکی اور حدود آرڈیننس کے تحت ایسا ہونا ممکن بھی نہیں تھا۔ یا ملزم کے اقرار کی شرط صرف زنا بالجبر موجب حد کے لیے تھی لیکن اسی کے ساتھ دفعہ ۱۰(۳) زنا بالجبر موجب تعزیر کے لیے رکھی گئی تھی جس میں چار گواہوں کی شرط نہیں تھی بلکہ اس میں جرم کا ثبوت کسی ایک گواہ، طبی معائنے اور کیمیاوی تجزیہ کار کی رپورٹ سے بھی ہو جاتا تھا۔ چنانچہ زنا بالجبر کے بیشتر مجرم اسی دفعہ کے تحت ہمیشہ سزایاب ہوتے رہے ہیں۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ جو مظلومہ چار گواہ نہیں لا سکی، اگر اسے کبھی سزا دی گئی ہو تو حدود آرڈیننس کی کون سی دفعہ کے تحت دی گئی ہوگی؟ اگر یہ کہا جائے کہ اسے قذف (یعنی زنا کی جھوٹی تہمت لگانے) پر سزا دی گئی تو قذف آرڈیننس کی دفعہ ۳ استثنیٰ نمبر۲ میں صاف صاف یہ لکھا ہوا موجود ہے کہ جو شخص قانونی اتھارٹیز کے پاس زنا بالجبر کی شکایت لے کر جائے، اسے صرف اس بناء پر قذف میں سزا نہیں دی جاسکتی کہ وہ چار گواہ پیش نہیں کر سکا/کر سکی۔ کوئی عدالت ہوش وحواس میں رہتے ہوئے ایسی عورت کو سزا دے ہی نہیں سکتی، دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اسی عورت کو رضامندی سے زنا کرنے کی سزا دی جائے لیکن اگر کسی عدالت نے ایسا کیا ہو تو اس کی یہ وجہ ممکن نہیں ہے کہ وہ خاتون چار گواہ نہیں لا سکی۔ بلکہ واحد ممکن وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ عدالت شہادتوں کا جائزہ لینے کے بعد اس نتیجے پر پہنچی کہ عورت کا جبر کا دعویٰ جھوٹا ہے اور ظاہر ہے کہ اگر کوئی عورت کسی مرد پر یہ الزام عائد کرے کہ اس نے زبردستی اس کے ساتھ زنا کیا ہے اور بعد میں شہادتوں سے ثابت ہو کہ اس کا جبر کا دعویٰ جھوٹا ہے اور وہ رضامندی کے ساتھ اس عمل میں شریک ہوئی تو اسے سزایاب کرنا انصاف کے کسی تقاضے کے خلاف نہیں ہے۔ لیکن چونکہ عورت کو یقینی طور پر جھوٹا قرار دینے کے لیے کافی ثبوت عموماً موجود نہیں ہوتا۔ اس لیے ایسی مثالیں بھی اِکا دُکا ہیں ورنہ ۹۹ فیصد مقدمات میں یہ ہوتا ہے کہ اگرچہ عدالت کو اس بات پر اطمینان نہیں ہوتا کہ مرد کی طرف سے جبر ہوا ہے لیکن چونکہ عورت کی رضامندی کا کافی ثبوت بھی موجود نہیں ہوتا۔ اس لیے ایسی صورت میں بھی عورت کو شک کا فائدہ دے کر چھوڑ دیا جاتا ہے۔

حدود آرڈیننس کے تحت پچھلے ۲۷ سال میں جو مقدمات ہوئے ہیں، ان کا جائزہ لے کر اس بات کی تصدیق آسانی سے کی جاسکتی ہے۔ میرے علاوہ جن جج صاحبان نے یہ مقدمات سنے ہیں، ان سب کا تاثر بھی میں نے ہمیشہ یہی پایا کہ اس قسم کے مقدمات میں جہاں عورت کا کردار مشکوک ہو، تب بھی عورتوں کو سزا نہیں ہوتی، صرف مرد کو سزا ہوتی ہے۔

حدود آرڈیننس کے نفاذ کے وقت ہی سے یہ شور بکثرت مچتا رہا ہے کہ اس کے ذریعے بے گناہ عورتوں کو سزا ہو رہی ہے۔ اس لیے ایک امریکی اسکالر چارلس کینیڈی یہ شور سن کر ان مقدمات کا سروے کرنے کے لیے پاکستان آیا۔ اس نے حدود آرڈیننس کے مقدمات کا جائزہ لے کر اعداد وشمار جمع کیے اور اپنی تحقیق کے نتائج ایک رپورٹ میں پیش کیے جو شائع ہو چکی ہے۔ اس رپورٹ کے نتائج بھی مذکورہ بالا حقائق کے عین مطابق ہے۔ وہ اپنی رپورٹ میں لکھتا ہے:

" Women Fearing conviction under section 10 (2) frequently bring carges of rape under 10 (3) against theur alleged partners, the FSC finding no

circumstantial evidence to support the latter charge, convict the male accused under section 10 (2) the women is exonerated of any wrong doing due to reasonable double, rule "(Charles Cannedy: the status of women in Pakistan in Islamabad of Laws P.74)

''جن عورتوں کو دفعہ ۱۰ (۲) کے تحت (زنا بالرضا کے جرم میں) سزایاب ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے، وہ اپنے مبینہ شریک جرم کے خلاف دفعہ ۱۰ (۳) کے تحت (زنا بالجبر کا) الزام لے کر آجاتی ہیں۔ فیڈرل شریعت کورٹ کو چونکہ کوئی ایسی قرائنی شہادت نہیں ملتی جو زنا بالجبر کے الزام کو ثابت کر سکے۔ اس لیے وہ مرد ملزم کو دفعہ ۱۰ (۲) کے تحت (زنا بالرضا) کی سزا دے دیتا ہے......اور عورت ''شک کے فائدے'' والے قاعدے کی بنا پر اپنی ہر غلط کاری کی سزا سے چھوٹ جاتی ہے۔''

یہ ایک غیر جانبدار غیر مسلم اسکالر کا مشاہدہ ہے جسے حدود آرڈیننس سے کوئی ہمدردی نہیں ہے اور ان عورتوں سے متعلق ہے جنہوں نے بظاہر حالات رضامندی سے غلط کاری کا ارتکاب کیا اور گھر والوں کے دباؤ میں آکر اپنے آشنا کے خلاف زنا بالجبر کا مقدمہ درج کرایا۔ ان سے چار گواہوں کا نہیں، قرائنی شہادت (Circumstantial Evidence) کا مطالبہ کیا گیا اور وہ قرائنی شہادت بھی ایسی پیش نہ کر سکیں جس سے جبر کا عنصر ثابت ہو سکے۔ اس کے باوجود سزا صرف مرد کو ہوئی اور شک کے فائدے کی وجہ سے اس صورت میں بھی ان کو کوئی سزا نہیں ہوئی۔

لہٰذا واقعہ یہ ہے کہ حدود آرڈیننس میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جس کی رو سے زنا بالجبر کا شکار ہونیوالی عورت کو چار گواہ پیش نہ کرنے کی بنا پر اُلٹا سزایاب کیا جا سکے۔

البتہ یہ ممکن ہے اور شاید چند واقعات میں ایسا ہوا بھی ہو کہ مقدمے کے عدالت تک پہنچنے سے پہلے تفتیش کے مرحلے میں پولیس نے قانون کے خلاف کسی عورت کے ساتھ زیادتی کی ہو کہ وہ زنا بالجبر کی شکایت لے کر آئی لیکن انہوں نے اسے زنا بالرضا میں گرفتار کر لیا۔ لیکن اس زیادتی کا حدود آرڈیننس کی کسی خامی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس قسم کی زیادتیاں ہمارے ملک کی پولیس ہر قانون کی تنفیذ میں کرتی رہتی ہے۔ اس کی وجہ سے قانون کو نہیں بدلا جاتا۔ ہیروئن رکھنا قانون جرم ہے مگر پولیس کتنے بے گناہوں کے سر ہیروئن ڈال کر انہیں تنگ کرتی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ہیروئن کی ممانعت کا قانون ہی ختم کر دیا جائے۔

زنا بالجبر کی مظلوم عورتوں کے ساتھ اگر پولیس نے بعض صورتوں میں ایسی زیادتی کی بھی ہے تو فیڈرل شریعت کورٹ نے اپنے فیصلوں کے ذریعے اس کا رستہ بند کیا ہے اور اگر بالفرض اب بھی ایسا کوئی خطرہ موجود ہو تو ایسا قانون بنایا جا سکتا ہے۔ جس کی رو سے یہ طے کر دیا جائے کہ زنا بالجبر کی مستغیثہ کو مقدمے کا آخری فیصلہ ہونے تک حدود آرڈیننس کی کسی بھی دفعہ کے تحت گرفتار نہیں کیا جا سکتا اور جو شخص ایسی مظلومہ کو گرفتار کرے، اسے قرار واقعی سزا دینے کا قانون بھی بنایا جا سکتا ہے لیکن اس کی بنا پر ''زنا بالجبر'' کی حدِ شرعی کو ختم کر دینے کا کوئی جواز نہیں ہے۔

لہٰذا زیرِ نظر بل میں زنا بالجبر کی حدِ شرعی کو جس طرح بالکلیہ ختم کر دیا گیا ہے، وہ قرآن وسنت کے واضح طور پر خلاف ہے اور اس کا خواتین کے ساتھ ہونے والی زیادتی سے بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔

زیرِ نظر بل کی دوسری اہم بات ان دفعات سے متعلق ہے جو فحاشی کے عنوان سے بل میں شامل کی گئی ہیں۔ حدود

آرڈیننس میں احکام یہ تھے کہ اگر زنا پر شرعی اصول کے مطابق چار گواہ موجود ہوں تو آرڈیننس کی دفعہ ۵ کے تحت زنا بالرضا کی حد شرعی تو باقی رکھی گئی ہے جس کے لیے چار گواہ شرط ہیں لیکن بل کی دفعہ ۸ کے ذریعے اسے نا قابل دست اندازیٔ پولیس قرار دے کر یہ ضروری قرار دے دیا گیا ہے کہ کوئی شخص چار گواہوں کو ساتھ لے کر عدالت میں شکایت درج کرائے۔ پولیس میں اس کی ایف آئی آر درج نہیں کی جاسکتی اور اس طرح زنا قابلِ حد ثابت کرنے کے طریقے کار کو مزید دشوار بنا دیا گیا ہے۔ اسی طرح چار گواہوں کی غیر موجودگی میں زنا کی جو تعزیری سزا حدود آرڈیننس میں تھی‘ اس میں مندرجہ ذیل تبدیلیاں کی گئی ہیں:

(۱) حدود آرڈیننس میں اس جرم کو ''زنا موجب ِتعزیر'' کہا گیا تھا۔ اب زیر نظر بل میں اس کا نام بدل کر ''فحاشی'' (Lewdness) کر دیا گیا ہے۔ یہ تبدیلی بالکل درست اور قابل خیر مقدم ہے کیونکہ قرآن وسنت کی رو سے چار گواہوں کی غیر موجودگی میں کسی کے جرم کو زنا قرار دینا مشکل تھا۔ البتہ اسے ''زنا'' سے کم تر کوئی نام دینا چاہیے تھا۔ حدود آرڈیننس میں یہ کمزوری پائی جاتی تھی جسے دور کرنے کی سفارش علماء کمیٹی نے بھی کی تھی۔

(۲) حدود آرڈیننس میں اس جرم کی سزا دس سال تک ہوسکتی تھی۔ بل میں اسے گھٹا کر پانچ سال تک کر دیا گیا ہے۔ بہر حال! چونکہ یہ تعزیر ہے۔ اس لیے اس تبدیلی کو بھی قرآن وسنت کے خلاف نہیں کہا جاسکتا۔

(۳) حدود آرڈیننس کے تحت ''زنا'' ایک قابل دست اندازیٔ پولیس (Cognizable) جرم تھا۔ زیر نظر بل میں اسے نا قابل دست اندازیٔ پولیس جرم قرار دے دیا گیا ہے۔ چنانچہ اس جرم کی ایف آئی آر تھانے میں درج نہیں کرائی جاسکتی۔ بلکہ اس کی شکایت (Complaint) عدالت میں کرنی ہوگی اور شکایت کے وقت دو عینی گواہ ساتھ لے جانے ہوں گے جن کا بیان حلفی عدالت فوراً قلم بند کرے گی۔ اس کے بعد اگر عدالت کو یہ اندازہ ہو کہ مزید کارروائی کے لیے کافی وجہ موجود ہے تو وہ ملزم کو سمن جاری کرے گی اور آئندہ کارروائی میں ملزم کی حاضری یقینی بنانے کے لیے ذاتی مچلکہ کے سوا کوئی ضمانت طلب نہیں کرے گی اور اگر اندازہ ہو کہ کارروائی کی کوئی بنیاد موجود نہیں ہے تو مقدمہ اسی وقت خارج کر دے گی۔

اس طرح ''فحاشی'' کے جرم کو ثابت کرنا اتنا دشوار بنا دیا گیا ہے کہ اس کے تحت کسی کو سزا ہونا عملاً بہت مشکل ہے۔

اوّل تو اسلامی احکام کے تحت زنا اور فحاشی کا جرم معاشرے اور اسٹیٹ کے خلاف جرم ہے۔ محض کسی فرد کے خلاف نہیں‘ اس لیے اسے قابل دست اندازیٔ پولیس ہونا چاہیے۔ بلاشبہ اس جرم کو قابل دست اندازیٔ پولیس قرار دیتے وقت یہ پہلو ضرور مدنظر رہنا چاہیے کہ ہمارے معاشرے میں پولیس کا جو کردار رہا ہے‘ اس میں وہ بے گناہ جوڑوں کو جا بجا ہراساں نہ کرے۔ اس بارے میں فیڈرل شریعت کورٹ کے متعدد فیصلے موجود ہیں جن کے بعد یہ خطرہ بڑی حد تک کم ہو گیا تھا اور ۲۷ سال تک یہ جرم قابل دست اندازیٔ پولیس رہا ہے اور اس دوران اس جرم کی بنا پر لوگوں کو ہراساں کرنے کے واقعات بہت ہی کم ہوئے ہیں لیکن اس خطرے کا مزید سدباب کرنے کے لیے یہ کیا جاسکتا تھا کہ جرم کی تفتیش ایس پی کے درجے کا کوئی پولیس آفیسر کرے اور عدالت کے حکم کے بغیر کسی کو گرفتار نہ کیا جائے۔ ان اقدامات سے یہ رہا سہا خطرہ ختم ہوسکتا تھا۔

دوسرے شکایت کرنے والے پر یہ ذمہ داری عائد کرنا کہ وہ فوراً حد کی صورت میں چار اور فحاشی کی صورت میں دو عینی گواہ لے کر آئے۔ ہمارے فوجداری قانون کے نظام میں بالکل نرالی مثال ہے۔ ہمارے پورے نظام شہادت میں حدود کے سوا کسی بھی مقدمے یا جرم کے ثبوت کے لیے گواہوں کی تعداد مقرر نہیں ہے بلکہ کسی چشم دید گواہ کے بغیر صرف قرائنی شہادت

(Circumstantial Evidence) پر بھی فیصلے ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ زیر نظر جرم میں طبی معائنے اور کیمیائی تجزیہ کی رپورٹیں شہادت کا بہت اہم حصہ ہوتی ہیں۔ تعزیر کسی ایک قابل اعتماد گواہ پر ہے اور حدود آرڈیننس میں صرف زنا بالرضا موجب حد کا جرم باقی رہ گیا ہے۔ لہٰذا اس ترمیم کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر کسی مرد پر زنا موجب حد کا الزام ہو لیکن شہادتوں کے نتیجے میں یہ بات ثابت ہو جائے کہ مرد نے عورت پر زبردستی کی تھی یا زنا ثابت نہ ہو لیکن عورت کو اغواء کرنا ثابت ہو جائے تو عدالت ملزم کو نہ ریپ کی سزا دے سکے گی، نہ اغوا کرنے کی اور عدالت یہ جانتے بوجھتے اسے چھوڑ دے گی کہ اس نے عورت کو اغواء کیا تھا اور اس پر زبردستی کی تھی۔ اس کے بعد یا تو ملزم بالکل چھوٹ جائے گا یا اس کے لیے ازسرِنو اغواء کی نالش کرنی ہوگی اور عدالتی کارروائی کا نیا چکر نئے سرے سے شروع ہوگا۔

قانون سازی بڑا نازک عمل ہے۔ اس کے لیے بڑے ٹھنڈے دل ودماغ اور یکسوئی اور غیر جانبداری سے تمام پہلوؤں کو سامنے رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے اور جب پروپیگنڈے کی فضا میں صرف نعروں سے متاثر اور مرعوب ہو کر قانون سازی کی جاتی ہے تو اس کا نتیجہ اسی قسم کی صورت حال کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ پھر عدالتیں نئے قانون کی تعبیر وتشریح کے لیے عرصۂ دراز تک قانونی موشگافیوں میں الجھی رہتی ہیں، مقدمات ایک عدالت سے دوسری عدالت میں منتقل ہوتے رہتے ہیں اور مظلوموں کی دادرسی میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔

زیرِنظر بل کے ذریعے حدود آرڈیننس میں کچھ اور ترمیمات بھی کی گئی ہیں مثلاً:

(۱) نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے مطابق جب کسی شخص کے خلاف عدالتی کارروائی کے نتیجے میں حد کا فیصلہ ہو جائے تو اس کی سزا کو معاف یا کم کرنے کا کسی کو اختیار نہیں ہے۔ چنانچہ حدود آرڈیننس کی دفعہ ۲۰ شق ۵ میں کہا گیا تھا کہ ضابطہ فوجداری کے باب ۱۹ میں صوبائی حکومت کو سزا معطل کرنے، اس میں تخفیف کرنے یا تبدیلی کرنے کا جو اختیار دیا گیا ہے' وہ حد کی سزا پر اطلاق پذیر نہیں ہوگا۔ زیرنظر بل کے ذریعے حدود آرڈیننس میں ایک اور اہم سنگین تبدیلی یہ کی گئی ہے کہ حدود آرڈیننس کی اس دفعہ ۲ شق ۵ کو ختم کر دیا گیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی عدالت کسی کو حد کی سزا دے دے تو حکومت کو ہر وقت یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اس میں تبدیلی یا تخفیف کر سکے۔

یہ ترمیم قرآن وسنت کے واضح ارشادات کے خلاف ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

ماکان لمؤمن و لامؤمنة اذاقضیٰ الله ورسوله امراً ان یکون لهم الخیر

''جب اللہ اور اس کا رسول کوئی فیصلہ کر دیں تو کسی مومن مرد یا عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ پھر بھی اس معاملے میں ان کا کوئی اختیار باقی رہے۔'' (الاحزاب:۳۶)

اور آں حضرت ﷺ کا وہ واقعہ مشہور و معروف ہے جس میں آپ ﷺ نے ایک ایسی عورت کے حق میں سفارش کرنے پر جس پر حد کا فیصلہ ہو چکا تھا' اپنے محبوب صحابی حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ محمد (ﷺ) کی بیٹی بھی چوری کرے گی تو میں اس کا ہاتھ ضرور کاٹوں گا۔ (صحیح بخاری۔ کتاب الحدود۔ باب ۱۲، حدیث ۶۷۸۸)

اس بنا پر پوری امت کا اجماع ہے کہ حد کو معاف کرنے اور اس میں تخفیف کا کسی بھی حکومت کو اختیار نہیں ہے۔ لہٰذا بل کا یہ حصہ بھی صراحتاً قرآن وسنت کے خلاف ہے۔

(۲) حدود آرڈیننس کی دفعہ ۳ میں کہا گیا تھا کہ اس آرڈیننس کے احکام دوسرے قوانین پر بالا رہیں گے یعنی اگر کسی دوسرے قانون اور حدود آرڈیننس میں کہیں کوئی تضاد ہو تو حدود آرڈیننس کے احکام قابل پابندی ہوں گے۔ زیرِ نظر بل میں اس دفعہ کو ختم کر دیا گیا ہے۔

یہ وہ دفعہ ہے جس سے نہ صرف بہت سی قانونی پیچیدگیاں دور کرنا مقصود تھا بلکہ ماضی میں بہت سی ستم رسیدہ خواتین کی مظلومیت کا سدِ باب اسی دفعہ کے ذریعے ہوا تھا۔

اس کی ایک مثال یہ ہے کہ عائلی قوانین کے تحت اگر کوئی مرد اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو وہ طلاق اس وقت تک مؤثر نہیں ہوتی جب تک اس کا نوٹس یونین کونسل کے چیئرمین کو نہ بھیجا جائے۔ اگرچہ شرعی اعتبار سے طلاق کے بعد عدت گزار کر عورت جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے لیکن عائلی قوانین کا تقاضا یہ ہے کہ جب تک یونین کونسل کو طلاق کا نوٹس نہ جائے قانوناً وہ طلاق دینے والے شوہر کی بیوی ہے اور اسے کہیں اور نکاح کی اجازت نہیں ہے۔ اب ایسے بہت سے واقعات ہوئے ہیں کہ شوہر نے طلاق کا نوٹس یونین کونسل میں نہیں بھیجا اور عورت نے اپنے آپ کو مطلقہ سمجھ کر عدت کے بعد دوسری شادی کر لی۔ اب اس ظالم شوہر نے عورت کے خلاف زنا کا دعویٰ کر دیا کیونکہ عائلی قوانین کی رو سے وہ ابھی تک اسی کی بیوی تھی۔ جب اس قسم کے بعض مقدمات آئے تو سپریم کورٹ کی شریعت بنچ نے حدود آرڈیننس کے دوسرے امور کے علاوہ اس دفعہ ۳ کی بنیاد پر ان خواتین کو رہائی دلوائی اور یہ کہا کہ آرڈیننس چونکہ شریعت کے مطابق بنایا گیا ہے اور شریعت میں اس عورت کا دوسرا نکاح جائز ہے' اس لیے اس کے نکاح کے بارے میں عائلی قانون کا اطلاق نہیں ہوگا کیونکہ یہ قانون دوسرے تمام قوانین پر بالا ہے۔

اب اس دفعہ کو ختم کرنے کے بعد اور بالخصوص آرڈیننس میں نکاح کی جو تعریف تھی' اسے بھی بل کے ذریعے ختم کر دینے کے بعد ایک مرتبہ پھر خواتین کے لیے یہ دشواری پیدا ہونے کا امکان پیدا ہو گیا ہے۔

علماء کمیٹی میں ہم نے یہ مسئلہ اٹھایا تھا اور بالآخر اس بات پر اتفاق ہوا تھا کہ اس کی جگہ مندرجہ ذیل دفعہ لکھ دی جائے گی::

" In the anterpretation and application of this ordinance the injunctions of Islam as laid down in the holy quran and sunnah shall have effect, not with standing any thing contained in any other law for the time bein ingforce."

یعنی: اس آرڈیننس کی تشریح اور اطلاق میں اسلام کے وہ احکام جو قرآن کریم اور سنت نے متعین فرمائے ہیں' بہر صورت مؤثر ہوں گے چاہے رائج الوقت کسی قانون میں کچھ بھی درج ہو۔

لیکن اب جو بل قومی اسمبلی سے منظور کرایا گیا ہے' اس میں سے یہ دفعہ بھی غائب ہے اور اس کے نتیجے میں بہت سے مسائل پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔

(۳) قذف آرڈیننس کی دفعہ ۱۴ میں قرآن کریم کے بیان کیے ہوئے لعان کا طریقہ درج ہے یعنی اگر کوئی مرد اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگائے اور چار گواہ پیش نہ کر سکے تو عورت کے مطالبے پر اُسے لعان کی کارروائی میں قسمیں کھانی ہوں گی اور میاں بیوی کی قسموں کے بعد ان کے درمیان نکاح فسخ کر دیا جائے گا۔ قذف آرڈیننس میں کہا گیا ہے اگر شوہر لعان کی کارروائی سے